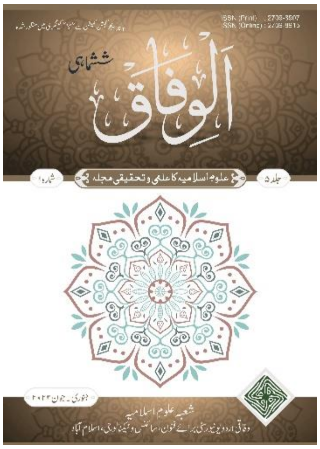

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 5, Issue 1 (January - June 2022)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code

Article

برصغیر کے علماء کا قرآنیات میں حصہ (علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کا اختصاصی مطالعہ)

Contribution of Scholars of Subcontinent towards Qur’anic Studies (Special Study of Allama Anwar Shah Kashmiri’s Illuminations)

Authors
Dr. Muhammad Tayyab Khan[1]
Dr. Sana Ullah Husain[1]

Affiliations
[1] Department of Quran & Tafseer, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Published
30 June 2022

Article DOI
https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i1.u5

QR Code

Citation
Tayyab Khan, Muhammad, Dr. and Sanaullah Husain, Dr. *“Contribution of Scholars of Subcontinent towards Qur’anic Studies (Special Study of Allama Anwar Shah Kashmiri’s Illuminations)”* Al-Wifaq, June 2022, vol. 5, no. 1, pp. 77–97

Copyright Information:

CC BY

برصغیر کے علماء کا قرآنیات میں حصہ (علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کا اختصاصی مطالعہ) Contribution of Scholars of Subcontinent towards Qur’anic Studies (Special Study of Allama Anwar Shah Kashmiri’s Illuminations) © June 2022 by Dr. Muhammad Tayyab Khan & Dr. Sana Ullah Husain is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information:
Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

Indexing

Islamic Research Index
ASIAN Research Index
HJRS HEC Journal Recognition System
Crossref
INTERNATIONAL Scientific Indexing
Academic Resource Index ResearchBib

بر صغیر کے علماء کا قرآنیات میں حصہ

(علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کا اختصاصی مطالعہ)

Contribution of Scholars of Subcontinent towards Qur'anic Studies

(Special Study of Allama Anwar Shah Kashmiri's Illuminations)

*ڈاکٹر محمد طیب خان

** ڈاکٹر ثناءاللہ حسین

ABSTRACT:

Anwar Shah Kashmiri (1875-1933) was one of the prominent scholars of the sub-continent who, although not primarily secondary, did a remarkable job in the study of the Qur'an and its sciences. Most of his work was on Hadith, but his work on the Qur'anic Verses those apparently hard to comprehend in "Mashiklat al-Qur'an", is considered his main work on the Qur'an.

In his commentary on the primary sources of Hadiths, he unveiled various points and ideas on Qur'anic sciences. He took up the issues while explaining the Hadiths related to exegeses, the I'jaz al-Qur'an, Abrogation (Naskh) in the Qur'an, Qur'anic Oaths and their understanding, and the meanings of the Seven Letter (Sab'ah ahruf).

His other work on this subject lies in his book "Katam al-Nabiyyin", in which his exegeses on a verse about the finality of the Prophet (PBUH) covers ninety-six (96) pages. His views in his book "Aqeedah al-Islam fi Hayat Isa (A.H.)" about the life of Jesus (A.H.) and Yajuj Majuj are also related to Quranic sciences and a piece of strong evidence of his interaction with a profound understanding of the Quranic Studies. This article discusses Allama's Contribution to Quranic Sciences.

KEYWORDS:

Quranic Studies, Sub-Continent, Muslim Scholars, Allama Anwar Shah, Contribution,

بر صغیر کے علماء میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ[1] کا جو مطالعہ قرآن منظرِ عام پر موجود ہے وہ ہے تو ضمنی نوعیت کا لیکن اس

*لیکچرر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کے محتویات کو دیکھتے ہوئے اس کی علمی اہمیت اور معنویت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ کشمیری کے علمی مقام کا زمانہ معترف ہے۔ علامہ اقبال نے ان کی علمی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اسلام کی آخری پانچ سو سالہ تاریخ مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ فقہ کی تدوین میرے پیش نظر تھی اس کے لیے مناسب شخصیت ان کے سوا عالم اسلام میں کوئی نہ تھی۔"[2] ۱۳۲۰ھ میں علامہ رشید رضا مصری (۱۹۳۵ء)[3] مدیر "المنار" دیوبند تشریف لائے اور علامہ انور شاہ کشمیری کی برجستہ عربی زبان میں محدثانہ و محققانہ گفتگو سنی تو بار بار کرسی سے اٹھتے تھے اور فرماتے تھے: "مارأیت مثل هذا الرجل قط"[4] عالم اسلام کے عہد حاضر کے ایک اسکالر علامہ زاہد الکوثری (۱۹۵۲ء)[5] ترکی کے حنفی عالم، صاحب تصانیف کثیرہ نے شاہ صاحب کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا: "احادیث سے دقیق مسائل کے استنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد ایسا محدث و عالم امت میں نہیں گزرا۔"[6] وہ کمال درجے کا حافظہ رکھتے تھے۔ ضخیم اور کئی کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی کتابوں کے ایک بار مطالعہ سے اس قدر ازبر ہو تیں کہ جب چاہتے اس سے استفادہ کرتے۔ انہیں چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا۔[7] جہاں تک علامہ کشمیریؒ کے قرآن اور متعلقاتِ قرآنی کی بابت مطالعے کا تعلق ہے تو ڈاکٹر رضوان اللہ (استاد شعبہ سنی دینیات: ۱۹۷۴ء) نے لکھا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں قرآن حکیم اور اس کے متعلقہ علوم سے ان کا شغف غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا وہ خود فرماتے تھے کہ اگر آدمی صحیح بصیرت سے احادیث میں غور و فکر کرے تو اس کو معلوم ہو گا کہ اکثر و بیشتر احادیث قرآن کے اجمال کا بیان اور اس کے اشارات کی توضیحات ہیں بلکہ کثرت سے ایسی احادیث ہیں جن میں تعبیرات قرآنی کے لطیف اشارات ملتے ہیں۔[8] مذکورہ بالا سطور میں علامہ کشمیریؒ کے بارے میں علماء کی آراء سے ان کے قرآنی افادات و نگارشات کے مطالعہ کی اہمیت پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور اس لائق ہے کہ ان افادات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے۔ ذیل کی سطور میں ان افادات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا مطالعہ قرآن

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا علم کسی ایک فن تک محدود نہ تھا۔ انہیں تمام علومِ متداولہ میں درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم سے اس کا شغف غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا۔[9] علامہ کشمیریؒ باکمال حافظہ کے باوجود حافظ قرآن نہیں تھے اس حقیقت کے پیش نظر علامہ کشمیری کے تلمیذ رشید علامہ مناظر احسن گیلانی نے ان سے قرآن مجید کے حفظ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: "قسمت، بخت، واللہ اعلم۔" مگر۔ ایک موقع پر اسی سوال کے جواب میں فرمایا: "قرآن کھول کر بیٹھتا ہوں تو اس کے بلاغت و اعجاز، معانی و جزالت، شوکت و دروبست میں محویت اس قدر ہوتی ہے کہ ایک آیت سے بھی آگے بڑھ نہیں سکتا۔"[10] قاضی زین العابدین سجاد کہتے ہیں کہ: "مجھے یقین ہے کہ اصل بات یہی تھی۔"[11]

علامہ کشمیری نے "مشکلات القرآن" کے علاوہ قرآنیات پر کوئی مستقل کتاب[12] تو تحریر نہیں کی لیکن انہوں نے

اپنی دوسری تالیفات میں ضمناً قرآن اور متعلقات قرآن کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جس سے ان کی قرآن اور علوم القرآن سے متعلق آراء کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے جن کتب میں ضمناً قرآن کا مطالعہ پیش کیا ہے ان میں:

۱۔ صحیح بخاری کی شرح فیض الباری کی "کتاب التفسیر"

۲۔ انوار المحمود علی سنن ابی داؤد کے "باب فی القرآن" کے تحت۔

ان کے تفسیری نکات محض کتاب التفسیر یا باب فی القرآن تک ہی محدود نہیں بلکہ جہاں شرح حدیث کے دوران کسی بھی مقام پر آیت در آئی تو اس کی تفسیر اور ضرورت کے مطابق تفسیری نکات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ "خاتم النبیین" چھیانوے صفحات پر آیت: ماکان۔۔۔ کی فارسی تفسیر

۴۔ "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" میں عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اور ضمناً یاجوج ماجوج سے متعلق آیات کی تفسیر، قرآن اور علوم قرآن میں گہرائی پر شاہد ہے۔

ذیل میں اولاً "مشکلات القرآن" کا تعارف اور اس سے کچھ نمونہ جات اور ثانیاً علامہ کشمیری کی دوسری تالیفات سے تفسیری افادات پیش کیے جا رہے ہیں:

مشکلات القرآن

کتاب "مشکلات القرآن"[13] میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے قرآن مجید کی ۴۸ سورتوں سے ۱۹۰ آیات کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں ان آیات پر قلم اٹھایا ہے جن کے معانی سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے اور جن آیات کے معانی میں مفسرین کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ کتاب ۲۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب عربی زبان میں ہے لیکن کچھ مقامات فارسی میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔ علامہ یوسف بنوریؒ نے مشکلات القرآن کا ۱۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا مقدمہ بعنوان "یتیمۃالبیان" تحریر کیا ہے۔ اس مقدمہ میں علامہ کشمیری کے حالات، علوم قرآنی و رموز تفسیر اور تفسیری قواعد و ضوابط کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر سالم قدوائی نے مولانا یوسف بنوری کا نام دیکھ کرانہیں "مشکلات القرآن" کا مرتبِ کہا ہے[14] حالانکہ کتاب کی ترتیب اور تفصیل طلب مقامات کی تشریح مولانا سید محمد احمد رضا بجنوریؒ نے حواشی میں کی ہے۔

مشکلات القرآن میں علامہ کشمیری کا منہج

علامہ کشمیری نے مشکلات القرآن میں جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس کا بیان درج ذیل ہے:

۱۔ مشکلات القرآن میں جن آیات کو پیش کیا گیا ہے ان میں سے کئی آیات کے اشکال کا حل علامہ کشمیری نے پیش کیا ہے جب کہ بعض مقامات میں انہوں نے اشکال کے حل کے لیے دیگر مصادر کی نشاندہی کی ہے۔

۲۔ مشکلات القرآن میں علامہ کشمیری نے آیات کے اشکال کے ازالہ کے لیے دیگر آیات، احادیث اور آثار سے مدد لی گئی ہے۔

۳۔ زیر نظر کتاب میں علامہ موصوف نے قدیم مصنفین کے طریقہ کار کو اپنایا ہے۔ قرآنی آیت یا آیت کا کوئی

حصہ ذکر کیا اور ساتھ ہی اس میں پائے جانے والے اشکال کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ کئی مقامات پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بہت طوالت سے کام لیا اور کہیں انتہائی اختصار سے کام لیا ہے۔ تاہم طوالت کے باوجود مقامات غموض کی وجہ سے تشریح طلب ہیں۔

۵۔ کتاب کے محقق و مرتب کی جانب سے کتاب کی تخریج و تحقیق کی گئی ہے لیکن کئی مقامات پر اندراج صرف صفحات نمبر کے ہیں کتاب کا نام درج نہیں، جو ہنوز تخریج طلب ہیں۔[15]

۶۔ زیر بحث کتاب میں کسی خاص موضوع سے متعلق آیات پر بحث نہیں کی گئی بلکہ ہر قسم کے موضوعات سے متعلق آیات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

مشکلات القرآن سے کچھ مثالیں

۱۔ آیت: "اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ"[16] کی آیت کو: "أُولَٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ"[17] والی آیت پیش نظر رکھ کر سمجھیں۔ اگر آپ یہ معلوم کریں کہ آپ سابق انبیاء کرام کے محمود تھے۔ تو اس پر قرآن کریم سے کیا دلیل ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ اس کی دلیل فرمان باری تعالیٰ: "أُولَٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ" یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل ان کے طریقے پر۔ یعنی ان کا طریقہ دراصل آپ کا ہی وہ طریقہ ہے جو باطنی طور پر آپ ﷺ سے ان کی طرف سرایت کیا ہوا ہے۔ اس لیے جب آپ ﷺ ان کے طریقہ کو اختیار کریں گے یہ ان کا آپ کے ہی طریق کو اختیار کرنا ہے۔ اس لیے کہ باطنی طور پر آپ ﷺ کو اولیت اور ظاہری طور پر آپ کو اخرویت حاصل ہے۔ اور اگر "هُدٰىهُمۡ" سے مراد اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا جو ہم نے لکھا ہے تو "فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ" ہوتا اور حدیث شریف: "کنت نبیا۔"[18] پہلے آچکی ہے۔ لہذا ہر وہ نبی جو آپ کے وقت ظہور سے پہلے آیا ہے، وہ اس شریعت کے لانے میں آپ کا ہی نائب ہے۔ اور اس کی تائید حضور ﷺ کی ایک حدیث میں اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے: "کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میری دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا۔" یعنی جیسا کہ باری تعالیٰ کے شایان شان تھا تو مجھے اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اولین سے مراد وہی انبیاء ہیں جو آپ ﷺ کے جسد شریف کے پس پردہ ہونے کے وقت ظہور میں آپ سے پہلے ہیں۔[19]

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ أَمۡوَاتًا فَأَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ"[20] اس آیت کے ذیل میں حضرت انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ نے تفسیر فتح العزیز سے ایک اقتباس نقل کیا ہے اس کو سمجھنے کے لیے قدرے وضاحت کی ضرورت ہے وہ یہ کہ آیت کریمہ: "ثُمَّ

يُحۡيِيكُمۡ۔ "کو جمہور مفسرین نے اس حیات پر محمول کیا ہے جو قیامت کے بعد حشر کے دن انسان کو دی جائے گی لیکن بعض مفسرین نے اس کو حیات قبر پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حیات حشر کا بیان "ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ" میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بعض مفسرین کی یہ رائے درست ہے؟ حضرت شاہ عبد العزیزؒ اس رائے کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر اس رائے کو درست مانا جائے تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی یا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ جب قبر میں حیات دی جاچکی تو حشر میں دوبارہ زندہ کیے جانے کا کیا مطلب؟ اس سے تو باحیات کو حیات دینا لازم آتا ہے جو یقیناً خلاف عقل اور باطل ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ حیات قبر کے بعد پھر موت دی جائے گی اور پھر حشر میں حیات ہو گی تو یہ خلاف اجماع ہو گا کیوں کہ قبر اور حشر کے درمیان موت آنے کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اس لیے "ثُمَّ يُحۡيِيكُمۡ۔ "کو حیات قبر پر محمول کرنا درست نہیں ہے، پھر حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے یہ فرمایا ہے کہ قبر میں حیات در حقیقت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی ہیں روح کا بدن سے تعلق ہونا اور قبر میں روح کا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی روح والا شعور اور ادراک بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے اسی کو حیات سے تعبیر کر دیتے ہیں۔[21]

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَإِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ خَلِيفَةٗ"[22] "اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔ "اس ارشاد باری میں اللہ پر ایمان کے بعد نبوت کا مسئلہ مذکور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسا بندہ بھیجیں گے جس کی اطاعت فرض ہو گی اور یہ کہ اللہ کی وہی اطاعت معتبر ہو گی جو اللہ کے ہی حکم سے غیر اللہ کی اطاعت کے ذریعہ ہو اور وہ (اطاعت غیر) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں فاصلہ اور واسطہ ہو گی، یہی معنیٰ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ"[23] اور "إِلَّا لِيُطَاعَ"[24] کے ہیں اور قرآن کریم سے ہی اخذ کر کے انہیں دونوں چیزوں کو الگ سے ظاہر کرنے کے لیے "قل ومن يعص الله ورسوله"[25] والی حدیث آئی ہے اور شاید اپنی عقل کے تقاضے سے کسی کی اطاعت خود اپنے نفس کی اطاعت ہو گی (کہ اپنی عقل و نفس نے جس کی اطاعت سمجھادی اسی کی اطاعت میں لگ گئے) اور غیر اللہ کی اطاعت کی پہچان ذات مطاع کے حکم سے ہو گی اور اس آیت میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ حسن و قبح شرعی ہے یا عقلی؟ نیز شہرستانی کے ذکر کے مطابق اس میں عدل وجور، اسماء واحکام اور وعدہ و وعید کا بھی بیان ہے اور اس میں خیر و شر کی تقدیر کا نیز اس بات کا بیان ہے کہ (ہر چیز) کی انتہاء اللہ تعالیٰ کے علم پر ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسماء

سکھائے اور شرف و فضیلت، بندگی اور رجوع اِلی اللہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں ہو سکتا اور بندوں سے ہر چیز کا سوال کیا جائے گا اور اس میں ایجاب و اختیار کا مسئلہ اور مراحم خسروانہ و شاہانہ کا بیان ہے اور یہ آخری تدبیر ہے جو ہر گناہ گار کو حاصل ہو گی کیونکہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے اور اس میں تمام لوگوں کے مقابل انبیاء کرام کی فضیلت کا بیان ہے اور قرآن کریم کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مؤثر اوصاف ذکر کرتا ہے اور ان پر عمل کی صورت حدیث مبارک کے حوالے چھوڑ دیتا ہے۔ پھر وہ اوصاف نہ صرف یہ کہ اعتقاد کے اعتبار سے ظہور پذیر ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں عملی حیثیت سے بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي"[26] اور حدیث شریف: "فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها"[27] میں ہوئے ہیں۔[28]

علامہ کشمیری کی دیگر کتب سے تفسیر کی مثالیں

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"[29]

مذکورہ بالا آیت میں نبی کے تمنا کرنے سے کیا مراد ہے؟ القاء شیطان سے کیا مراد ہے؟ کیا تمنا سے مراد پڑھنا ہے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ جب بھی کوئی نبی اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سناتا ہے تو شیطان اس میں مداخلت کر کے نبی سے کچھ اور کہلوا دیتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں قصہ غرانیق کو نقل کیا ہے۔ یا یہ لفظ آرزو و خواہش کے معنیٰ میں ہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ نبی کی آرزو یا خواہش میں شیطان مداخلت کرتا ہے یا خواب میں شیطان کچھ غلط سمت القاء کر دیتا ہے۔ آیت کے یہ معنی مفسرین کے لیے اشکال کا باعث بنے اور انہیں عصمت انبیاء کے مسلمہ اصول کے پیشِ نظر ظاہری معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لینا پڑے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس آیت کے معنیٰ میں ایک خاص رائے قائم کی ہے۔ جس کے مطابق نہ تو آیت میں لفظ تمنی کو اس کے حقیقی لفظ سے پھیرنا پڑتا ہے اور نہ ہی عظمت نبوت میں کسی قسم کا کوئی حرف آتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس آیت کا جو ترجمہ اور تفسیر بیان کی وہ مندرجہ ذیل ہے:

> "کوئی نبی نہیں ہے کہ جس نے امید نہ باندھی ہو اپنی امت کے متعلق کہ ان کو ہدایت ہو گی تو شیطان نے ان لوگوں کے قلوب میں زیغ پیدا کر کے ان کی آرزو کو پورا نہ ہونے دیا ہو اور اس میں رکاوٹ نہ ڈال دی ہو۔"

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر نبی امت پر نہایت شفیق ہونے کی بناء پر یہ خواہش لیے ہوتا ہے کہ میری ساری قوم میری دعوت اصلاح وہدایت کو قبول کرے۔ آیت کے لفظ "تَمَنّٰٓى" کا یہی مفہوم ہے۔ مگر شیطان اس کی اس خواہش کو

ناکام بنانے کے لیے امت کے دلوں میں مختلف اقسام کے وسوسے ڈالتا ہے اور انہیں راہ ہدایت سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے جو کہ "أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ" سے مترشح ہے۔ یہ وسوسے ویسے تو سب ہی کے دلوں میں ڈالے جاتے ہیں لیکن جن کے دل زنگ آلود ہوں فطرت الٰہیہ کے مطابق ان کے دلوں میں یہ وسوسے پروان چڑھتے رہتے ہیں حتیٰ کہ انہیں کافر بنالیتے ہیں جبکہ وہ دل جو قبول حق کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے ان فتنہ کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکتا ہے اور اپنی آیات کی صداقت اور دین کی حقانیت کو ان پر واضح کر کے انہیں ایمان ویقین کی دولت عطاء کرتا ہے آیت کے آخری جز "فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ" کا یہی مفہوم ہے۔[30]

اسی طرح آیت "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ"[31] کے ضمن میں فرماتے ہیں: "ذهب عامة المفسرين إلى أن تلك الآيات نزلت في شهر رمضان و عندي لا مساس لها برمضان و إنما هي في الأيام البيض و عاشوراء، فريضة قبل رمضان و لذا قال: أياما معدودات" فتعبيره بالأيام أدل و أصدق على تلك الأيام من رمضان، كما يشهد به الذوق الصائب"[32]

عام مفسرین کا موقف یہ ہے کہ یہ آیات ماہ رمضان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن میرے نزدیک ان کا رمضان سے کوئی تعلق نہیں یہ تو ایام بیض اور عاشوراء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ جن کے روزے رمضان کے روزوں سے پہلے فرض تھے۔ اسی وجہ سے "أياما معدودات۔"[33] فرمایا۔ ایام کی تعبیر رمضان سے زیادہ ان ایام پر دلالت کرتی ہے اور ان پر صادق آتی ہے جیسا کہ ذوق سلیم اس کی گواہی دیتا ہے۔ اور "عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ" کا تعلق بھی ایام بیض سے ہے نہ کہ رمضان سے۔ اس پر معاذؓ سے روایت کردہ ابو داؤد کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین ایام اور یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ"[34] "طَعَامُ مِسْكِينٍ"[35] تک تو جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتا ہے تو وہ یہ اس کے لیے کافی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ" سے "أَيَّامٍ أُخَرَ"[36] تک نازل کی۔ تو اس شخص کے لیے روزے فرض کر دیئے گئے جس نے ماہ رمضان کو پایا اور مسافر کے لیے یہ ہے کہ وہ روزوں کی قضاء کرے۔ اور شیخ فانی اور بوڑھی جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لیے روزہ ترک کرنے کی اجازت ہے۔[37]

پھر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا: یہ اس بات میں نص ہے کہ یہ آیات ایام بیض سے متعلق ہیں۔ اور رمضان کے روزے تو "شَهْرُ رَمَضَانَ" سے فرض کیے گئے یہیں سے "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ" کی وجہ بھی معلوم

ہوتی ہے کیونکہ وہ روزے (ایام بیض کے) پہلی امتوں پر بھی فرض تھے نہ کہ رمضان کے روزے۔ آیت کی اس معنیٰ سے فدیہ والی آیت میں تاویل کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی جیسا کہ بعض مفسرین نے یطیقونه سے پہلے لائے نفی اور بعض نے اسے (أطاق یطیق سے) سلب ماخذ کی خاصیت کے ساتھ نفی کے معنی (وہ اس (روزہ رکھنے) کی طاقت نہیں رکھتے) میں لیا۔ علامہ کشمیری کے مطابق اس تاویل کی صورت میں کلام پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور مثبت اور منفی کا فرق باقی نہیں رہے گا اور جو چاہے گا مثبت کو منفی بنالے گا اور یہ بات نحوی قواعد کے مطابق بھی نہیں کیونکہ نحویوں کے ہاں حرف نفی کو تب مقدر مانا جائے گا جب جواب قسم فعل مضارع مثبت ہو اور یہاں تو اس طرح کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ یطیقونه میں معنی تو نفی کا ہی مطلوب ہے تو اس سے وہ حاصل کیسے ہو گا؟ تو اس پر علامہ کشمیری نے جار اللہ زمخشری کے حوالہ سے بیان کیا کہ إطاقة کا لفظ اس کام کے لیے بولا جاتا ہے جس کی انجام دہی مشکل سے ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ: میں اس بھاری پتھر کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں یا روزے رکھنے کی یا ساری رات نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور یہ کبھی نہیں کہا جاتا کہ تو لقمہ اپنے منہ میں اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے یا یہ قلم اپنے کان تک اٹھانے کی طاقت رکھتا یا اس جیسے اور اشیاء کے بارے میں جن میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ تو اسی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہ سمجھ میں آیا کہ اس میں طاقت کی نفی کا معنیٰ اس انداز سے پایا جائے گا اور اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگوں کو روزے رکھنے میں بہت مشقت ہوتی ہے وہ معذور متصور ہوں گے اور ان پر فدیہ ہو گا۔[38]

"إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ"[39] کی تفسیر میں بیان کیے گئے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل لغت نے کہا کہ اگر میت مخفف ہو تو یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو فوت ہو گیا جب کہ مشدد اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو زندہ ہو اور عنقریب اسے مر جانا ہے۔ جب کہ میرے نزدیک واو کے تین معانی ہیں لیکن نحویوں نے یہ ذکر نہیں کیا لیکن جب میرے نزدیک خارج میں یہ معانی ثابت ہو گئے تو مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ انہوں نے اسے تحریر کیا ہے یا نہیں۔ پہلا معنی عطف؛ دوسرا معنیٰ معیت اور تیسرا معنیٰ ایضاً (بھی) ہے۔ اور یہی تیسرا معنی یہاں مراد ہے تو معنیٰ ہو گا تو میت ہے اور وہ بھی میت ہیں۔[40]

علامہ کشمیری اور علوم القرآن

ا۔ ناسخ و منسوخ سے متعلق شاہ صاحب کا نظریہ

نسخ کے بارے میں ان کی رائے ان کے تلمیذ خاص علامہ یوسف بنوریؒ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"والشيخ رحمه الله كان يقول لا يكاد يوجد شيء في القرآن المتلو منسوخا في الحكم بحيث لا يبقى حكمه في وجه من الوجوه أو محمل من المحامل بل لا جرم يوجد حكمه مشروعا في مرتبة من المراتب وحال من الأحوال و زمان من الأزمان"[41]

"اور شیخ (انور شاہ کشمیریؒ) فرمایا کرتے تھے کہ قرآن متلو میں کوئی ایسی چیز [آیت یا آیت کا جزء] موجود نہیں جس کا حکم اس طرح منسوخ ہو کہ وہ کسی وجہ اور کسی محمل کے اعتبار سے بھی باقی نہ رہا ہو بلکہ اس کا حکم کسی نہ کسی وجہ سے، کسی نہ کسی مرتبہ میں، کسی نہ کسی حال میں اور کسی نہ کسی وقت میں ضرور مشروع اور زیر عمل رہے گا۔"

قرآن مجید کے منسوخات میں کوئی منسوخ چیز ایسی نہیں کہ کسی نہ کسی درجہ میں اس کا حکم باقی نہ رہا ہو یقیناً منسوخ بھی کسی حال میں یا کسی زمانہ میں یا کسی محل پر کار آمد، مفید، مؤثر اور بار آور ہو گا۔ فرمایا کہ میں تو اس کا بھی یقین رکھتا ہوں کہ قرآن کریم میں ایک حرف بھی زائد نہیں ہے۔[42]

۲۔ علامہ کشمیری اور اعجاز القرآن

قرآن مجید کا اعجاز کیا ہے؟ اس پر بہت سے علماء کی آراء متعدد آراء ہیں۔ علامہ کشمیری نے قرآن مجید کے اعجاز سے متعلق بھی اپنی ایک رائے پیش کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میرے قلب میں بلاغت و اعجازِ قرآن کی معرفت کا ایسا ذوق عطا فرمایا ہے کہ میں اس فن میں کسی کا مقلد نہیں بلکہ خود اپنی رائے رکھتا ہوں۔"[43] امام باقلانیؒ (م ۴۰۲ھ)[44] نے متنبی (م ۳۵۴ھ)[45] کے ایک شعر کو معیار فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا قرار دیا جسے شاہ صاحب نے رد کیا اور فرمایا: "اسی لیے میں امام باقلانیؒ (م ۴۰۲ھ) کو اعجاز القرآن کے بارے میں سند قرار نہیں دیتا وہ ایک تجربہ کار متکلم تو ہو سکتے ہیں مگر اعجازِ قرآن میں ذوق سلیم نہیں رکھتے۔ یہ فن علامہ قاہر جرجانی (م 471ھ)[46] اور علامہ زمخشری کا ہے"[47] اور باوجود عاجزی و انکساری کے اعجاز القرآن کے میدان کا تیسرا شہسوار وہ اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔[48]

دوسرے مقام پر علامہ کشمیری فرماتے ہیں: "اعجاز قرآن کا مسئلہ میرے لیے میرے لیے طلوع پذیر آفتاب سے زیادہ صاف اور واضح ہے بلکہ اعجاز قرآن میں مجھے کوئی شبہ و تردد نہیں جبکہ طلوع آفتاب میں شبہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ کبھی آفتاب خود طلوع نہیں ہوتا بلکہ وجود آفتاب کی عکس ریزیوں کو آفتاب سمجھ لیا جاتا ہے۔ تو طلوع آفتاب مشتبہ ہو سکتا ہے مگر اعجاز قرآن میرے لیے ہرگز شبہ انگیز نہیں۔"[49]

علامہ انور کشمیری کے فرزند علامہ سید انظر شاہ کشمیری نے ان کی تحریرات سے قرآنی اعجاز کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے:

۱۔ مفردات قرآنی میں اعجاز
۲۔ مرکبات قرآنی میں اعجاز
۳۔ ترتیب کلمات میں اعجاز
۴۔ مقاصدِ قرآن میں اعجاز
۵۔ حقائق قرآن میں اعجاز

ان متعدد امور میں اعجاز قرآن سے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مفردات میں اعجاز سے علامہ انور شاہ کی مراد یہ ہے کہ جب کسی امر کی حقیقت کے اظہار میں اہل عقل مختلف ہوتے ہیں اور باہمی کشاکش رونما ہوتی ہے عقلمند تعبیر میں الجھ جاتے ہیں حقیقت مشتبہ ہو کر رہ جاتی ہے اور کوئی مخلص باقی نہیں رہتا تو اس وقت قرآن مجید اس ساری قیل و قال میں ایک ہی ایسے لفظ کا انتخاب کرتا ہے کہ اس لفظ سے بڑھ کر کوئی حقیقت کا ترجمان، مقصد کی ادائیگی میں کامل اور اس مقام کے مناسب نہیں ہو سکتا اگر جن وانس اس لفظ کے بجائے کوئی دوسرا لفظ وہاں رکھ دیں اور چاہیں کہ اس منتخب لفظ سے قرآن کے لفظ کی قائم مقامی ہو جائے تو اس مہم میں انس و جن کو شدید ناکامی ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا جس مقصد کی ترجمانی کے لیے طول وطویل تعبیرات اختیار کرنے کے باوجود کامیاب نہیں ہوتی وہاں قرآن صرف ایک لفظ سے بھرپور کامیابی کے ساتھ سب کچھ کہہ گزرتا ہے۔"[50] مثلاً جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر "توفّی" کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقاء جسد تھی نہ بقاء روح۔ "توفّی" وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت ''توفی'' نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید نے موت پر "توفّی" کا اطلاق کیا اور بتایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فناء محض۔ اس حقیقت کو ایک ہی کلمہ سے واضح کر دیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے معنیٰ سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔[51]

اسی طرح ترکیب وترتیب کے اعجاز کی نسبت سے وہ فرماتے ہیں کہ جیسے "وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ"[52] ظاہر قیاس یہ تھا کہ عبارت یوں ہوتی: وجعلوا الجن شركاء الله لیکن مراد یہ ہے کہ انہوں نے خدا کا شریک ٹھہرا کر کوئی معمولی جرم نہیں کیا اور وہ شریک بھی کون (جن) پس یہ مراد اسی ترتیب اور نشست الفاظ سے حاصل ہو سکتی ہے۔

مقاصد میں اعجاز سے علامہ کی مراد مخاطبین کو سبق دینا یا لینا ہے جیسا علماء کرام نے اسماء حسنیٰ کی شروح میں لکھا ہے کہ مقاصد قرآن حکیم کے وہ ہونے چاہئیں جس سے مبدأ و معاش و معاد اور فلاح و نجاح دنیا و آخرت وابستہ ہو۔

حقائق میں اعجاز سے متعلق علامہ صاحب کی مراد وہ امور غامضہ ہیں جن سے عقول وافکار قاصر رہے اور تجاذب وجوانب اور نزاع عقلاء باقی رہا جیسے مسئلہ ''خلق افعال عباد'' کہ عبد کا ربط فعل سے کیا ہے اور کیسے ہے اور اس فعل کا ربط قدرت ازلیہ سے کیا ہے۔ قرآن مجید ایسے مقام میں وہ تعبیر اختیار فرمائے گا جس سے اوفیٰ بالحقیقت طوق بشر سے خارج ہو۔[53]

۳۔ علامہ کشمیری اور اقسام قرآن

سورۃ التین کی تفسیر کے تحت اقسام قرآن کے بارے میں انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

"جہاں تک جواب قسم کا تعلق ہے تو اگر نحویوں نے اس طرح کے مقامات میں مستعمل واو کو واو قسم کا نام نہ دیا ہوتا، تو ہم ان اشکالات سے نکل سکتے تھے۔ کیونکہ واو ان مواقع میں محض استشہاد اور افادۂ تاکید کے لیے ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ مخلوقات جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیچ ہیں تو ان کا اس باری تعالیٰ کے مبارک نام کی قسم کھانا اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے برخلاف اللہ

تعالیٰ کی مخلوقات کی قسم کھانے کے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم کھانا اس چیز کی عظمت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ قسم سے مستفاد معنی یعنی تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر وہ ترجمہ ان الفاظ سے کرتے: "تین (انجیر) کی شہادت اور زیتون کی شہادت"[54] اور قسم والا (انجیر کی قسم، زیتون کی قسم) کا ترجمہ نہ کرتے تو اس پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوتا۔ اور نحویوں کے لیے مناسب تھا کہ اسے واو قسم کی بجائے کوئی اور نام دیتے۔"[55]

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ علامہ کشمیری ان مقامات میں واو کو واو قسم قرار دینے میں نحویوں کو قصور وار ٹھہراتے ہیں اور دوسرا ان کے نزدیک اس قسم کا مستفاد معنی یعنی شہادت مراد ہے نہ کہ قسم لہذا ترجمہ یہ ہوگا کہ انجیر کی شہادت اور زیتون کی شہادت۔

۴۔ سبعۃ احرف کی مراد میں علامہ کشمیری کا موقف

العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں علامہ انور شاہ کشمیری نے سبعۃ حروف کی مراد کی تعیین میں فرمایا: "اس حدیث کے بارے میں علماء کے اقوال پینتالیس (۴۵) تک پہنچتے ہیں جنہیں سیوطیؒ نے اتقان میں نقل کیا اور ان میں سے صحیح تین ہیں: فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ صحیح اقوال تین ہیں یا چار۔[56]

۱۔ نحویوں کی طرف منسوب قول: کہ سبعۃ احرف سے مراد عرب کے سات قبائل جیسے بنی ھذیل، بنی تمیم، بنی قیس وغیرہ کی سات قراءتیں مراد ہیں۔

۲۔ شارحین حدیث کا قول: اس سے مراد قراءات میں اختلاف ہے نہ کہ حلال و حرام میں اختلاف بلکہ یہ مجرد و مزید فیہ، دوابواب کے ایک لفظ میں اختلاف جیسے " یحسبون یعنی ایک قراءت میں سین کے فتح کے ساتھ جب کہ دوسری قراءت میں سین کے کسرہ کے ساتھ اور جیسے تعلمون اور یعلمون کا اختلاف۔

۳۔ اور اتقان میں ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ یہ اختلاف (قریب المعانی) الفاظ کا اختلاف جیسے تعال، أقبل، هَلُم اور عجل۔ ابوداؤد میں ہے کہ جس نے عزیزا حکیما کی جگہ غفورا رحیما پڑھا تو یہ جائز ہے جب تک کہ آیتِ رحمت کو آیتِ عذاب سے نہ ملایا جائے یا آیتِ عذاب کو آیتِ رحمت کے ساتھ نہ ملایا جائے۔

ان اقوال کے بعد علامہ کشمیریؒ نے مذکورہ اقوال پر اشکالات کرتے ہوئے فرمایا کہ نحویوں کی جانب منسوب قول پر اشکال یہ ہے کہ عثمان ذوالنورینؓ نے مصاحف کو لغتِ قریش پر پڑھایا باقی رہا مسئلہ غیر قریش کی لغات کا تو سوال یہ ہے کہ کیا غیر قریش کی لغات بغیر سماعت کے جائز ہیں یا نہیں؟ اگر تو وہ جائز ہیں تو ان پر کوئی دلیل ہونی چاہیے اور اگر ناجائز ہیں بلکہ سماعت پر موقوف ہیں تو پھر سہولت کہاں گئی کیونکہ سات کی اجازت تو سہولت دینے کی غرض سے تھی۔ اسی

طرح شارحینِ حدیث کے قول پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر لغتِ قریش میں تھوڑی سی تبدیلی جائز تھی تو پھر حضرت عمر فاروقؓ اور ہشام بن حکیم بن حزامؓ کے درمیان کیا نزاع تھا حالانکہ وہ تو دونوں اہلِ قریش میں سے تھے۔ اسی طرح تیسرے قول کہ جس میں ایک لفظ کی بجائے دوسرے اس کے متقارب المعنیٰ دوسرے لفظ کے مستعمل ہونے کا تعلق ہے تو یہ تو سماعی دلیل پر موقوف ہے جبکہ ہمارے پاس اس کی کوئی نقلی اور سماعی دلیل نہیں۔ مذکورہ بالا تینوں اقوال پر اشکالات وارد کرنے کے بعد علامہ کشمیری نے ان مواقف کو جمع کرتے ہوئے اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا:

"أقول يجمع بين الأقوال الثلاثة و يقال: إن المراد القراءات التي هي متواترة تنتهي إلى الإمام أي مصحف ذي النورين كيف ماكان جمع ذو النورنين ما أتى به جبرائيل في العرضة الأخيرة من المجازات و نسخ ماكان التوسيع قبلها من المجازات، ولا تنحِصر القراءات في السبع بل تزيد و أمّا الإشكال الذي كان على المنسوب إلى النحاة فزعموا أنّ السبع ممتازة إمتيازا بينا، و الحال أن المراد الاختلاف اليسير فالاختلاف ليس اختلاف المادّة مثل الجلمود و الصخر بل المادّة متحدة والاختلاف في الباب و في المجرد و المزيدو هذه لغات متعددة."[57]

"اور میں (علامہ انور شاہ کشمیری) کہتا ہوں کہ ان تینوں اقوال کو جمع کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ قراءات سے مراد قراءات متواترہ ہی ہیں جو مصحف عثمانی کی طرف راجع ہیں۔ عثمان غنیؓ نے ان تمام جائز قراءات کو جمع کیا جو آخری مرتبہ جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اور پھر دیگر جائز قراءات کو منسوخ قرار دیا گیا۔ اور قراءات سات تک محدود نہیں ہیں بلکہ وہ تو سات سے زائد ہیں۔ جہاں تک نحویوں کے موقف پر اشکال کا تعلق ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ سات قراءات مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں حالانکہ ان کے درمیان تو معمولی سا فرق ہے نہ کہ کوئی بڑا فرق جیسے لفظ کے مادے کا فرق جیسے لفظِ صخر اور جلمود کے درمیان فرق بلکہ مادہ اور اصل لفظ تو متحد ہے اور اختلاف باب اور مجرد و مزید فیہ میں ہے اور یہی متعدد لغات ہیں۔"

فیض الباری میں علامہ نے قراءات اور سبعہ احرف کے درمیان تعلق کو مزید واضح کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سبعہ احرف (سات حروف) سے مراد سات مشہور قراءات نہیں ہیں بایں معنیٰ کہ ہر حرفِ قرآن ان قراءات میں سے ایک قراءت ہو میری مراد یہ ہے کہ قراءاتِ سبع اور احرفِ سبعہ میں اس طرح مکمل طور پر انطباق نہیں ہے جیسے کہ دونوں مقام پر لفظ سبعہ سے خیال آتا ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ تمام متواتر قراءات احرف سبعہ میں شامل ہیں اور قراء سبعہ کی شاذ قراءتیں احرف سبعہ میں شامل نہیں ہیں اور بعض متواتر قراءات سبعہ میں تو شامل نہیں ہیں مگر حروفِ سبعہ میں شامل ہیں۔ جیسے قراء ثلاثہ ابو جعفر، یعقوب اور خلف بن

ہشام کی متواتر قراءتیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر سات کے عدد کا کیا مطلب ہے؟ تو ابن الجزریؒ نے کہا ہے کہ سارے اختلافات اور تغیرات سات قسم کے ہیں۔ اب یہ سوال کہ تمام حروفِ سبعہ مصحف میں موجود ہیں یا ان میں سے بعض منسوخ ہوگئے تو جان لو کہ جبرئیل علیہ السلام نے جو حروف رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے آخری رمضان کے آخری دورہ میں پڑھے تھے وہ سب کے سب مصحفِ عثمانی میں موجود ہیں اور ابن جریر پر چونکہ حروف سبعہ کے معنے واضح نہیں ہو سکے تھے اس لیے انہوں نے یہ مذہب اختیار کیا کہ چھ حروف منسوخ ہوچکے اور ایک حرف باقی رہ گیا ہے۔[58]

عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور ان کے رفع جسمانی کے بارے میں علامہؒ کی توجیہات

آیت قرآنی: "يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" کے ضمن میں مندرجہ بالا امور کے بارے میں علامہ نے تفصیل سے ان مسائل اور ان پر قادیانیوں کے عقائد کا رد پیش کیا ہے۔ علامہ کشمیریؒ کا اسلوب یہ ہے کہ کسی اہم مسئلہ کو ذکر کرنے یا کسی لفظ کے معنیٰ کی تعیین سے پہلے اس سے متعلق اہم بنیادی تمہیدی مباحث تحریر کرتے ہیں اس مقام پر انہوں نے حقیقت، مجاز اور خاص کر کنایہ کو بہت سے اہل لغت کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کیا ہے(59)۔ اس تمہید کے بعد اس آیت کی تفصیل میں انہوں نے لفظ "مُتَوَفِّيكَ" کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ توفی اپنے دیگر نظائر کی طرح لینے اور حاصل کرنے کے معنی میں ہے، جیسے وفاء وعدہ، دین لازم کا ایفاء اور مدت مقررہ کو پورا کرنا۔ اس کی دلالت موت پر نہ تو لفظ کے اعتبار سے ہے اور نہ استعمال کے اعتبار سے۔ اگر ارشادِ باری "مُتَوَفِّيكَ" میں متوفی بمعنی ممیت ہوتا تو "وَرَافِعُكَ إِلَيَّ" کی ضرورت نہ ہوتی اس وقت توفی جو موت کے معنی میں مشہور ہے وہ کنایۃً ہے نہ کہ وضعاً بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہ کنایہ بیانیہ نہیں ہے بلکہ توفی کے لفظ میں کنایہ اصولیہ ہے بالکل اسی طرح جیسے حنفیہ کے ہاں طلاق کنائی ہوتی ہے کہ اس کے الفاظ، معنیٰ طلاق میں خود اثر انداز ہوتے ہیں اور بینونت کی صلاحیت رکھتے ہیں، نہ یہ کہ وہ طلاق کی تعبیر ہوتے ہیں کہ ان سے طلاق رجعی واقع ہو جیسا کہ شوافع کہتے ہیں۔ اس لیے میری تحقیق یہ ہے کہ لفظ کا اصل مفہوم ہی بتقاضائے بلاغت لفظ کا مصداق ہوتا ہے۔ تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ میں آپ کو وہ پوری مدت دے دوں گا جو آپ کے لیے مقدر ہے، آپ کے دشمن آپ کے قتل پر قادر نہ ہو سکیں گے، بلکہ میں آپ کو طبعی موت دوں گا۔[60]

"وَرَافِعُكَ إِلَيَّ" کی توضیح میں علامہ کشمیریؒ تحریر کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو قرآن وحدیث پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ پوری کی پوری امت محمدیہ کسی باطل عقیدے پر جمع نہیں ہو سکتی، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پر بھی ایمان رکھے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع، رفعِ جسمانی ہے قرآن مجید کی آیات سے اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے جب کہ اجماع امت قرآن کے قطعی الدلالت علی المعنی پر ہوچکا ہے، آسمان کی طرف رفعِ جسمانی آپ کی معراج

ہے۔ نہ کہ فقط رفع جسمانی۔ اس لیے کہ آیت کریمہ کی پہلی اور حقیقی مراد رفعِ جسمانی ہی ہے جس کی دلیلِ قطعی یہ ہے کہ بالاتفاق علماء تاریخ وحدیث، یہ آیتیں وفدِ نجران کی بابت ان کے عقیدے کی اصلاح کے لیے نازل ہوئیں اور ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئیں۔ اسی طرح اسلام میں داخل ہونے والے اہلِ کتاب نے بھی اسی معنی کی تصدیق کی اور پھر کتبِ حدیث میں آثار بھی اس معنی کی بابت منقول ہیں تو اس لفظ کو اس کے معنی اصلی سے وہی پھیر سکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو اور وہ کافروں میں سے ہو۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تفسیر البحر المحیط کے حوالے سے اس مقام پر آیت میں ترتیب فصاحت وبلاغت کا آئینہ دار قرار دیا۔۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات کی خبر دی کہ میں آپ کو پورا پورا لینے والا ہوں۔ ان کو آپ پر غلبہ وقدرت حاصل نہیں ہو گی، بلکہ یہ آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے بچانے کی کیا صورت ہو گی فرمایا۔۔ آپ کو رفع الی السماء، ملائکہ کے ساتھ سکونت اور وہاں ایک طویل زمانے تک اپنے رب کی عبادت کرنے کی خوشخبری، ثالثا رفع الی السماء کی وجہ سے کفار کے ناپاک ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے پاک رہنے کی خبر اور رابعا آپ کے پیروکاروں کی برتری اور ہر منکر پر فوقیت و غلبہ کی خوش خبری دی گئی۔ البحر المحیط کے قرآن کی ترتیب فصاحت وبلاغت کا ذکر کرنے کے بعد علامہ کہتے ہیں اس کے بارے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ علوم قرآنی میں سے ہے اور ان علومِ وہبیہ میں سے ہے جو علمائے اسلام کو ملک علام کی جانب سے عطا ہوئے ہیں۔ بات ہے تو صرف یہی ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے بارے موقف

ذوالقرنین کا معاملہ بہت سی جہات سے مبہم ہے۔ وہ کون تھا؟ نبی تھا یا نہیں؟ اس کا تعلق کس علاقے سے تھا؟ مشرق اور مغرب میں اس کی سیر و سیاحت سے کیا مراد ہے؟ سدِ ذوالقرنین (دیوار ذوالقرنین) سے کیا مراد ہے؟ یہ دیوار کس علاقے میں ہے؟ اسی طرح یاجوج ماجوج کون تھے؟ ان کا تعلق کس علاقے سے تھا اور قربِ قیامت ان کے نکلنے سے کیا مراد ہے؟ شاہ صاحبؒ نے ان تمام سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور اپنے معاصرین پر کئی مقامات پر صراحتاً اور کہیں اشارتاً جرح بھی کی ہے۔ ذوالقرنین کے بارے میں انور شاہؒ کشمیری کا موقف یہ ہے کہ وہ ایک صالح بادشاہ تھا۔ وہ نہ تو اہلِ مشرق سے تھا اور نہ وہ فغفور چین تھا[61] جس نے چین میں بارہ سو میل لمبا بند تعمیر کرایا تھا جو پہاڑوں اور دریاؤں پر سے گذرا کیوں کہ اگر وہ مشرق کا رہنے والا ہوتا تو اس کے مغرب کے سفر کے بعد کہا جاتا کہ وہ مشرق کی طرف لوٹا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ مذکور نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ مشرق ومغرب کے کسی درمیانی علاقے کا رہنے والا تھا۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہو گا کہ وہ سکندر بن فیلقوس تھا کیوں کہ سکندر کافر تھا اور ذوالقرنین مسلمان۔ اس کا تعلق اہلِ یمن سے بھی نہیں ہے اور نہ یہ عجم کا بادشاہ کیقباد ہے لہذا صحیح بات یہ ہے کہ کا نسب عرب سامیین سے ملتا ہے وہ نبی نہیں تھے اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کا موقف یہ تھا کہ ذوالقرنین نبی تھے لیکن شاہ صاحب نے ان کا رد کرتے ہوئے

یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جب تک کوئی قطعی دلیل ذوالقرنین کے نبی ہونے پر دلالت نہ کرے، ہم انہیں نبی نہیں مان سکتے۔ اس لیے اس کے نبی ہونے کے بارے میں ہماری خاموشی ہی بہتر ہے۔[62] سد ذوالقرنین کی جہت کے تعین کے بارے میں علامہ کشمیریؒ کا کہنا ہے کہ چونکہ قرآن مجید میں ذوالقرنین کے دو جہات یعنی مشرق اور مغرب کی طرف سفر کا ذکر آیا ہے تیسرے سفر کی جہت کا کوئی تذکرہ نہیں اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جس سے جہت جنوب راجح ہو سکے اس لیے یقیناً وہ سفر شمال کی طرف ہو گا اور اسی جانب اس کی تعمیر کردہ دیوار ہے۔ جو کوہ قاف کے پہاڑوں میں واقع ہے۔ اسی طرح اور بھی بعض دیواریں مختلف ادوار میں تعمیر ہوئی ہیں جن میں شاہانِ چین کی تعمیر کردہ دیوارِ چین (جس کا مقصد وہی تھا جو سد ذوالقرنین کا تھا) اور باب الابواب (دربند) شامل ہیں اور یہ سب کی سب دیواریں شمال ہی کی جانب ہیں۔[63]

یاجوج ماجوج کے تعین کے لیے بہت سے مؤرخین نے رائے دی ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی کتاب ''کتاب القصد و الامم'' میں لکھا ہے کہ ماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے، اس نے وہیں سکونت اختیار کی اور جوج (یاجوج) بعد میں اس سے جا ملا۔[64] کسی نے روسی اقوام کو یاجوج کہا، تو کسی نے برطانوی قوم کو ماجوج کہا۔ بقول نصاریٰ کے کہ ارسطو نے کتاب الحیوان میں سد ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے تو پھر یہود کا ان کے بارے میں سوال تحصیلِ حاصل ہے تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ابن حزم کی کتاب ''الفصل فی الملل والنحل'' کے حوالے سے اس کا جواب دیا کہ قرآن مجید میں مذکور یہود کا سوال سد اور ذوالقرنین کی شخصیت کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ یہ سوال ان کی تعیین اور مصداق کے بارے میں تھا۔ شاہ صاحبؒ کے مطابق یاجوج ماجوج کی جو صفت قرآن مجید میں مذکور ہے وہ "المفسدون فی الأرض" ہے۔ اس صفت کے مفہوم برطانوی، روسی اور دیگر اقوام جو یاجوج ماجوج سے مراد لی جاتی ہیں، پر صادق نہیں آتا اس لیے کہ افساد فی الارض کا مفہوم کھیتوں اور نسلوں کو تباہ و برباد کرنا، ملک کو تہ و بالا کرنا، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا ہے، نہ کہ سیاست و تدبیر کے ذریعے حکومتوں پر تسلط و قبضہ کرنا۔ جب کہ یہ اقوام تو سیاست و تدبیر کے ساتھ متصف ہیں اور دوسرا یہ کہ یاجوج ماجوج ان کا لقب بھی نہیں رہا اس لیے اب ان کی شناخت افساد فی الارض کی صفت سے ہی ہو گی۔ جہاں تک یاجوج ماجوم کی تعداد کا تعلق ہے تو وہ بمطابق روایات کثرت سے ہوں گے اور ان کا خروج کئی بار ہو گا۔ دیوار نے انہیں ہر طرف سے نہیں روک رکھا اور نہ ہی دیوار کے نہ گرنے کی وجہ سے ان کا نکلنا نہیں ہو گا۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت: "فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا"[65] (پھر نہ چڑھ سکیں اس پر اور نہ کر سکیں اس میں سوراخ) تو دیوار کی تعمیر کے وقت اور اس کے بعد ایک عرصہ دراز تک کے بارے میں ہے۔ رہا اس کے بعد ان کا خروج، تو وہ کئی بار ہے، ملاحظہ ہو ارشادِ باری تعالیٰ: "حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ"[66] اس مقام پر "فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ" کہا گیا نہ کہ "فتح الردم" کہا گیا۔ اور قرب قیامت کی نشانیوں میں سے دیوار کا ریزہ ریزہ ہونا نہیں ہے بلکہ یاجوج ماجوج کا آخری مرتبہ خروج ہے جو اس آیت

کا مفہوم ہے[67] اور یہ خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہو گا۔ جیسا کہ صریح احادیثِ متواترہ اس پر دال ہیں۔[68]

نتائج تحقیق

اس مطالعہ کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے قرآن اور علوم القرآن میں اگرچہ کوئی مستقل تصنیف تو تحریر نہیں کی لیکن ضمناً جہاں بھی بحث کی ضرورت پڑی ہے اس میں انہوں نے دیگر علماء کی آراء کے ساتھ اپنے موقف کو بیان کیا ہے۔

۱۔ بہت سی آیاتِ قرآنی کی تفسیر کے ساتھ ساتھ انہوں نے دیگر علوم القرآن جیسے اعجاز القرآن، اقسام القرآن، ناسخ و منسوخ اور سبعہ احرف سے متعلق تفصیلی مباحث تحریر کی ہیں۔

۲۔ علومِ اسلامیہ کے باقی میادین خاص طور پر علم حدیث کی طرح انہوں نے مطالعاتِ قرآنی میں بھی اجتہادانہ روش اختیار کی اور بہت سے مقامات پر اپنی خاص رائے قائم کی۔

۳۔ قرآنی مطالعات میں علماء کے درمیان اختلاف کی صورت میں جمع، ترجیح، موافقت اور مختلف رائے دینا بھی علامہ کشمیریؒ کے اسلوب میں شامل ہے۔

۴۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا اندازِ تحریر مشکل ہے جس کی بناء پر ان کے مواقف کو سمجھنے مشکل بھی پیش آتی ہے اور کئی مباحث ایسی ہیں جن میں انہوں نے ایک سے زائد مقامات پر مختلف انداز سے قلم اٹھایا ہے جس کی بناء پر ان کے موقف میں کچھ ابہام سا نظر آتا ہے اور قاری کے لیے ان مقامات کو حل کرنے میں کافی مشکل پیش آتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ علامہ انور شاہ کشمیری ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ کو کشمیر کے علاقے لولاب میں پیدا ہوئے۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد محترم سید معظم شاہ سے ناظرہ قرآن کا آغاز کیا۔ ڈیڑھ سال میں ابتدائی فارسی کتب پڑھیں۔ تین سال تک ہزارہ کے مختلف مدارس سے دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا اور ۱۳۱۴ھ میں فراغت پائی۔ فراغت کے بعد علامہ رشید گنگوہی سے علم حدیث، تصوف کے ساتھ ساتھ خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں مدرسہ امینیہ دہلی میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں کشمیر واپس آکر مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر استفادہ کیا۔ ۱۳۲۷ھ میں دیوبند آئے تو اساتذہ نے انہیں وہیں تدریس پر مامور کیا۔ ۱۳۳۳ھ میں جب شیخ الہند علامہ محمود الحسن جب حجاز روانہ ہوئے تو علامہ کشمیری کو اپنا جانشین بنایا۔ ۱۲ سال تک آپ دارالعلوم کی مسند صدارت پر فائز رہے۔ ۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ ہو کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں ۱۳۵۱ھ تک درس حدیث دیتے رہے۔ پھر وہ واپس دیوبند آئے اور وہیں ان کا وصال ۳ صفر ۱۲۵۳ھ میں ہوا۔ (محمد ظفیر الدین، مفتی، مشاہیر علمائے دارالعلوم دیوبند، دیوبند: دفتر اجلاس صد سالہ، 1400ھ/1980ء، ص54-55)

2۔ انظر شاہ کشمیری، مولانا، نقشِ دوام، شاہ بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا، س ن، ص ۵۷، (علامہ اقبال نے شاہ صاحبؒ کی وفات پر لاہور میں ہونے والے تعزیتی پروگرام میں یہ گفتگو فرمائی)

3۔ مصری عالم، مفکر، ادیب، مفسر تھے۔ تفسیر "المنار" تحریر کی اور مدیر مجلہ "المنار" تھے۔ ملاحظہ کیجیے: (رائد جمیل عکاشۃ، محمد رشید رضا، جھودہ الإصلاحیۃ ومنھجہ العلمي، 2007م، س ن، ص17-18.

4۔ گیلانی، مناظر احسن، مولانا، نظام تعلیم وتربیت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2008ء، ص292

5۔ تفصیلی حالات دیکھیے: عمر کحالہ، معجم المؤلفین، دار إحیاء التراث، بیروت، س ن، 3/302

6۔ قاضی زین العابدین سجاد، مولانا، حضرت محدث کشمیری کا ذوق تفسیری، ماہنامہ محدث عصر، جامعۃ الامام محمد انور شاہ، دیوبند، فروری/مارچ، 2017، جلد18، شمارہ2، ص12

7۔ دیکھیے: مولانا انظر شاہ کشمیری، نقشِ دوام، ص127؛ البنوري، محمد یوسف بن السید محمد زکریا، نفحۃ العنبر في حیاۃ إمام العصر الشیخ أنور، معھد انور، دیوبند، س ن، ص18۔19

8۔ ملاحظہ کیجیے: محمد رضوان اللہ، مولانا انور شاہ کشمیری، حیات اور علمی کارنامے، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ، 1974ء، ص141

9۔ ایضاً، ص140

10۔ انظر شاہ کشمیری، نقشِ دوام، ص298

11۔ قاضی زین العابدین، حضرت محدث کشمیری کا ذوق تفسیری، ص12

12۔ علامہ کشمیری کے تلامذہ کی جانب سے مرتب کیے گئے اہم علمی اور مفید نکات پر مشتمل دروس، ان کی مستقل تالیفات اور رسائل کی تعداد چالیس تک بتائی جاتی ہے (محمد یوسف بنوری، نفحۃ العنبر في حیاۃ إمام العصر الشیخ أنور، ص19)؛

نقش دوام میں متن میں مذکور بائیس (۲۲) تالیفات کو ہی ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم ان میں سے چند ایک یہ ہیں: 1-فیض الباری علی صحیح البخاری، 2- العرف الشذی علی جامع الترمذی، 3-انوار المحمود علی سنن أبي داود، 4- مشکلات القرآن، 5- فصل الخطاب فی مسألۃ أم الکتاب (قراءۃ خلف الإمام)، 6- خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب (فارسی)، 7- نیل الفرقدین فی رفع الیدین، 8- بسط الیدین لنیل الفرقدین، 9- کشف الستر عن مسألۃ الوتر، 10- إکفار الملحدین في ضروریات الدین، 11- عقیدۃ الإسلام بحیاۃ عیسی علیہ السلام، 12- تحیۃ الإسلام في حیاۃ عیسی علیہ السلام، 13- التصریح بما تواتر في نزول المسیح، 14-خاتم النبیین (فارسی)، 15- سھم الغیب في کبد أھل الریب (فارسی)، 16- الإتحاف لمذھب الأحناف علی کتاب "آثار السنن" (مولانا ظہیر الحسن شوق نیموی کی آثار السنن پر حوشی وتعلیقات مفیدہ)، 17۔ ضرب الخاتم علی حدوث العالم (وجود باری کے اثبات، اللہ تعالی کے علم محیط، بے پناہ قدرت اور ارادۂ ازلی پر چار سو اشعار پر مشتمل تالیف)، 18۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم (تتمہ ضرب الخاتم)، 19۔ کتاب فی الذب عن قرۃ العینین (شاہ ولی اللہؒ کی کتاب "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" پر شیعہ عالم کے رد کا جواب)، 20۔ النور الفائض علی نظم الفرائض (بانوے اشعار پر مشتمل علم میراث سے متعلق رسالہ)، 22۔ دعوت حفظ ایمان (چار صفحات پر مشتمل اپنا آخری پیغام)، 22۔ خزائن الاسرار؛

متعدد کتب سے جمع کیے گئے علمی نکات کے لیے دیکھیے: صلاح الدین ثانی، علماء دیوبند کی قرآنی خدمات ۱۸۶۶ء سے ۱۹۸۸ء تک (مقالہ پی ایچ ڈی اسلامک اسٹڈیز)، جامشورو ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف سندھ جامشورو، ص46

13۔ دیکھیے: سالم قدوائی، ڈاکٹر، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1993ء، ص347؛ صلاح الدین ثانی، علماء دیوبند کی قرآنی خدمات 1866ء سے 1988ء تک، ص46

14۔ سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ص 347

15۔ محمد مزمل بدایونی، مولانا، مشکلات القرآن اردو ترجمہ دوسری قسط در رسالہ ماہنامہ: "محدث عصر" ص 11

16۔ سورۃ الفاتحہ: 1/5

17۔ سورۃ الانعام: 6/90

18۔ یہ حدیث امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں میسرۃ الفجر سے روایت کی ہے۔ عَنْ مَيْسَرَةَ الْفَجْرِ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا؟ قَالَ: "كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ" (ملاحظہ کیجیے: احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی (م 321ھ)، شرح مشکل الآثار، تحقیق: شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، 1415ھ/1994ء، 15/321)

19۔ علامہ انور شاہ کشمیری، مشکلات القرآن،، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ص 13؛

اسی مضمون کے لیے دیکھیے: علامہ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2005، 5/261

20۔ سورۃ البقرۃ: 2/28

21۔ علامہ انور شاہ کشمیری، مشکلات القرآن، ص 15

22۔ سورۃ البقرۃ: 2/30

23۔ سورۃ محمد: 47/33

24۔ سورۃ النساء: 4/64

25۔ یہ حدیث امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کی: عن عدي بن حاتم، أن رجلا خطب عند النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: من يطع الله ورسوله، فقد رشد، ومن يعصهما، فقد غوى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " بئس الخطيب أنت، قل: ومن يعص الله ورسوله ". قال ابن نمير: فقد غوي۔ (مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، حدیث: 870)

26۔ سورۃ طہ: 20/14

27۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب القراءۃ للإمام والمأموم فی الصلوات کلھا، حدیث: 756

28۔ علامہ انور شاہ کشمیری، مشکلات القرآن، ص 20

29۔ سورۃ الحج: 22/52

30۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 5/330-331

31۔ سورۃ البقرۃ: 2/183

32۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 5/330

33۔ سورۃ البقرۃ: 2/184

34۔ سورۃ البقرۃ: 2/183

35۔ سورۃ البقرۃ: 2/184

36۔ سورۃ البقرۃ: 2/185

37۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث (م 275ھ)، سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الأذان، حدیث: 507۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فإنَّ رسولَ الله - صلى الله عليه وسلم - كان يصومُ ثلاثةَ أيَّامٍ من كل شهرٍ، ويصومُ يومَ عاشوراء، فأنزلَ الله: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ * أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ} [البقرة:183 - 184]، فكان مَن شاء أن يصومَ صام، ومن شاء أن يُفطرَ ويُطعِمَ كل يوم مسكيناً أجزأه ذلك، فهذا حَوْلٌ، فأنزل الله: {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ} [البقرة: 185] فثبتَ الصيامُ على مَن شَهِدَ الشهرَ، وعلى المُسافِرِ أن يقضيَ، وثبت الطعامُ للشيخ الكبير والعَجوزِ اللَّذين لا يستطيعان الصومَ

38۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 3/321

39۔ سورۃ الزمر: 39/30

40۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 5/177

41۔ محمد یوسف بنوری، علامہ، یتیمۃ البیان المشکلات القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1978ء، ص79

42۔ اسی موضوع پر ان کا موقف دیکھیے: انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 3/320-323

43۔ انظر شاہ کشمیری، نقش دوام، ص346

44۔ محمد بن طیب بن محمد بن جعفر قاضی ابو بکر باقلانی، شیخ السنۃ، لسان الأمۃ کے القاب سے ملقب، مالکی فقیہ، ابو الحسن اشعری کے بعد اشاعرہ کے امام، اور چوتھی صدی ہجری کے مجدد بھی شمار کیے گئے۔ (دیکھیے: الصفدي، صلاح الدين خليل بن أيبك (م764ھ)، الوافي بالوفيات، تحقيق: أحمد الأرناؤوط، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1420ھ/2000م، 3/147

45۔ احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی، کندی، کوفی، متنبی مشہور عربی شاعر 303ھ میں کوفہ میں پیدا ہوا دیکھیے: الصفدي، الوافي بالوفيات، 3/208)

46۔ عبد القاہر بن عبد الرحمٰن ابو بکر جرجانی، نحوی، ادیب مصنف، شافعی، اشاعری۔ (دیکھیے: الصفدي، الوافي بالوفيات، 19/34-35

47۔ انظر شاہ کشمیری، نقش دوام، ص356

48۔ ایضاً، ص334

49۔ ایضاً، ص346

50۔ ایضاً، ص348۔ اسی سے ملتی جلتی تحریر علامہ کشمیری نے اپنی کتاب "خاتم النبیین" میں آیت: ماکان محمد۔۔۔ کی تفسیر کے ذیل میں کی ہے۔ (ملاحظہ کیجیے: علامہ انور شاہ کشمیری، خاتم النبیین، مترجم: علامہ یوسف لدھیانوی، عالمی مجلس تحفظ نبوت، ملتان، ص197)

51۔ اسی بنیاد پر انہوں نے اپنی کتاب "خاتم النبیین" میں لفظ "خاتم" اور "عقیدۃ الإسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" میں لفظ "توفی" پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ (ملاحظہ کیجیے: علامہ انور شاہ کشمیری، خاتم النبیین، ترجمہ اردو از علامہ یوسف لدھیانوی، ملتان: عالمی مجلس تحفظ نبوت، ص متن فارسی: 66ص، ترجمہ: 197۔ اور دیکھیے: علامہ انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ترجمہ: مولانا ابو طلحہ محمد صغیر، کراچی: زمزم پبلشرز، ص127 اور بعد، فیض الباری، 5/257)

52۔ سورۃ الانعام: 6/100، دیکھیے: علامہ انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ترجمہ: مولانا ابو طلحہ محمد صغیر، کراچی: زمزم پبلشرز، ص:۱۲۷ اور بعد، فیض الباری، 5/257

53۔ انظر شاہ کشمیری، نقش دوام، ص355

54۔ سورۃ التین:95/1

55۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 5/454

56۔ ایضاً، 3/589

57۔ انور شاہ کشمیری، علامہ، العرف الشذی شرح سنن الترمذی، تصحیح: شیخ محمود شاکر، دار احیاء التراث، بیروت، س ن، 4/219

58۔ دیکھیے: انور شاہ کشمیری، فیض الباری، 3/590

59۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ص117-127

60۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ص127

61۔ فغفور چین یا شہنشاہ چین (皇帝 / Huángdì) چین کے ان شاہی خاندانوں کے حکمرانوں کا لقب تھا جن کی بادشاہت کا آغاز ۲۲۱ قبل مسیح میں چن خاندان سے ہوا اور ۱۹۱۲ء میں انقلاب اور جمہوریہ چین کے قیام سے ختم ہوئی۔

(Ann Paludan, Chronicle of the Chinese Emperors, Thames and Hudson, New York, p.17-19)

62۔ دیکھیے: انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ص405؛ محمد رضوان اللہ، مولانا انور شاہ کشمیری، حیات اور علمی کارنامے، 191۔192

63۔ دیکھیے: انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ص405

64۔ ابن عبد البر کی کتاب القصد والامم اور علامہ دمیری کی کتاب الحیوان کے مطابق یاجوج وماجوج یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی ذکر کردہ دیگر معلومات ان دونوں کتب کے مذکورہ مقامات میں موجود نہیں ہیں۔ (دیکھیے: ابو عمر یوسف بن عبد البر (463ھ)، القصد والامم في التعریف بأصول أنساب العرب والعجم، مکتبہ القدسی، قاہرہ، 1395ھ، اور ملاحظہ کیجیے: محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ دمیری، کتاب الحیوان، ترجمہ: مولانا ناظم الدین، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س۔ن، 2/582)

65۔ سورۃ الکہف:18/97

66۔ سورۃ الانبیاء:21/96

67۔ انور شاہ کشمیری، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام، ص411

68۔ ایضاً، ص417